

دوسری قسط

تصوف و سلوک

تصوف کی تعریف، ماہیت و اہمیت، خصائل

اور ماخذ

سید باجا آغا صاحبزادہ

لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ

تصوف کے معانی و خصائل:

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ: تصوف دس معانی پر مشتمل نام ہے۔

پہلا یہ کہ دنیا کی ہر شے میں کثرت کی بجائے قلت پر اکتفا کرے۔ دوسرا یہ کہ اسباب پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر قلب کا اعتماد رکھے۔ تیسرا یہ کہ نفلی طاعات کے ساتھ فرض پورا کرنے میں رغبت رکھے۔ چوتھا یہ کہ دنیا چھٹ جانے پر صبر کرے اور دست سوال زبان شکوہ دراز نہ کرے۔ پانچواں یہ کہ قدرت کے باوجود کسی شے کے حصول کے وقت (حلال حرام وغیرہ کی) تمیز رکھے۔ چھٹا یہ کہ تمام مشغولیات کے مقابلے میں اللہ کے ساتھ شغل رکھنے کو ترجیح دے۔ ساتواں یہ کہ تمام اذکار کے مقابلے میں ذکر خفی کو فوقیت دے۔ آٹھواں یہ کہ وساوس آنے کے باوجود اخلاص کو ثابت اور پختہ رکھے۔ نواں یہ کہ شک کی وجہ سے یقین کو متزلزل نہ ہونے دے۔ دسواں یہ کہ اضطراب اور وحشت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس اور سکون حاصل کرے پس جو شخص ان صفات کا حامل ہو وہ اس نام کا یعنی صوفی کہلانے کا مستحق ہے ورنہ کاذب ہے۔ (18) اسی طرح حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ:

التصوف مبنی علی ثمان خصال، السخاء والصبر والاشارة والغربة وليس الصوف والسیاحة والفقير. تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے، سخاوت، صبر، اشارہ، غربت، صوف کے کپڑے پہننا، سیاحت اور فقر۔ یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوں کی اقتداء میں ہیں:

سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہ آپ نے فرزند کو فدا کیا۔ رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہ بوقت قربانی اپنی رضادی اور اپنی جان عزیز پیش کیا۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہ بے پایاں بلاؤں پر صبر کیا اور خدا کی تعالیٰ آزمائشوں پر ثابت رہے۔ اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: ان لا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمواً. (آپ تین دن تک لوگوں سے کلام نہ فرمائیں گے) اور اسی سلسلہ میں ارشاد باری ہے: اذنا دی ربہ نداء خفیا. (جب انہوں نے اپنے رب کو آہستہ پکارا) غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنے وطن سے مسافروں کی طرح رہے کہ اپنے خاندان میں رہتے ہوئے اپنوں سے بیگانہ رہے۔ سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنی سیاحت میں یک و تنہا مجردوں کی مانند رہے کہ بجز ایک پیالہ اور کنگھی کے نہ رکھا۔ جب انہوں نے کسی کو دیکھا کہ اپنے

دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیتا ہے تو پیالہ بھی کسی کو دیدیا، جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں خلل کر رہا ہے تو کنگھی بھی صدقہ کر دی۔ صوف کا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ انہوں نے روئے زمین تمام خزانوں کی کنجیاں آپ ﷺ کو مرحمت فرمائیں اور فرمایا کہ خود کو مشقت میں نہ ڈالیں، آپ ﷺ ان خزانوں کو استعمال فرما کر آزمائش اختیار فرمائیں، تو بارگاہ الہی میں آپ ﷺ نے عرض کیا اے خدا، مجھے اس کی حاجت نہیں، میری خواہش تو یہی ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔ یہ اصول ہیں جو افعال و کردار میں عمدہ نیکی ہیں۔ (19)

تصوف کے ماخذ:

بعض کج اندیش اور سہل انگار لوگ علم و عمل سے بالکل عاری ہوتے ہیں، اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تصوف اسلام سے جدا گانہ چیز ہے، جسے قرآنی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تصوف کلیۃً اسلام ہے، اسلام کی روح ہے، اسلام کا محسن و جمال ہے، اسلام کا کمال ہے، تصوف کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ کتاب و سنت پر انتہائی کوشش سے عمل کیا جائے۔ طاعات و عبادات کو مقصود حیات سمجھا جائے۔ قلب کو ماسویٰ اللہ کی محبت اور تعلق سے الگ رکھا جائے، نفس کو خشیت الہی سے مغلوب کیا جائے اور معاملات کی صفائی اور تزکیہ نفس و باطن میں سعی کا کوئی وقتہ فرو گذاشت نہ کیا جائے۔ قرآن کریم کی روشنی میں تصوف ”الا اللہ الدین الخالص“ (یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص عبادت ہے۔) کی تفسیر ہے، تصوف ”الہی ربک کدحا فمملقیہ“ (خوب محنت کرو کہ تو اپنے پالنے والے کو ملنے والا ہے) کی تصدیق ہے، تصوف ”و تبطل الیہ تبیلا“ (ہر طرف سے منقطع ہو کہ اس کی یعنی اللہ کی طرف ہو جانا) کی تعمیل ہے، صوفی ”قد افلح من زکھا“ تحقیق اس شخص نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا) سے حوصلہ افزائی پاتا ہے۔ صوفی ”و اما من خاف مقام رب ونہی النفس عن الهوی فان الجنة ہی الماوی“ (اور جو شخص اس بات سے ڈرا کہ اس نے ایک دن اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا ہے اور اس خوف کی وجہ سے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا پس تحقیق اس کے رہنے کی جگہ جنت ہوگی) سے متاثر ہو کر خواہشات نفسانی کی گردن پر مجاہدہ کی چھری پھیرتا ہے۔ صوفی ”ان صلوتی و نسکی و محیاری و مماتی لله رب العالمین“ (یقیناً میری نماز، میری قربانیاں میرا مرنا، میرا جینا، اللہ پروردگار علام کے لئے ہے) کے آب حیات میں غوطہ لگاتا ہے اور صعبۃ اللہ کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ تصوف کا سب سے بڑا ماخذ اور منبع قرآن مجید ہے۔ اس کتاب ہدیٰ میں سینکڑوں ایسی آیات موجود ہیں جس میں تزکیہ نفس کی تلقین کی گئی ہے۔ اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ”اے محبوب! اپنی نوع انسان کو قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں، ان کے دامن کو خلوص کی دولت سے بھر دیں اور ان کو ایسی حکمت و دانش سکھادیں جو آپ ﷺ کو دربار خداوندی سے عطا ہوئی ہے، تاکہ انسانی فلاح دارین سے فیض یاب ہو، کیونکہ اے محبوب ﷺ اور آپ کے درود مسعود کا مقصد و مدعا ہی یہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ”هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیہم آیاتہ و یرزقہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ“ (20)

”یعنی وہی ہے جس نے ان میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ کا پہلا فریضہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات طہیات کو اپنی پاکیزہ زبان سے تلاوت فرمائیں تاکہ وہ دلوں میں اترتی چلی جائیں، صرف ان آیات کی تلاوت پر بس نہ کریں۔ بلکہ اس کتاب کی انہیں تعلیم بھی دیں، اس کے حکمتوں اور اور اس کے اسرار سے آگاہ بھی کریں بلکہ اپنی نگاہ رحمت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک و مطہر کر دیں۔

علامہ سید محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ ”یتلوا علیہم“ سے اس استفادے کی طرف اشارہ کیا گیا جو زبان قال سے صحابہ کرامؓ کو نصیب ہوا، اور یسز کیہم سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرمایا جو نبوت کی نگاہ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسر آتا تھا۔ (21) اولیائے کرامؓ اپنے مزیدین اور اہل تصوف اپنے شیدائیوں پر اسی سنت نبوی ﷺ کے مطابق انوار کا القاء کرتے ہیں اور شریعت ہے آگے بڑھ کر معرفت کی طرف رہنمائی کرتے اور طریقت کی اطمینان بخش وادی کی سیر کر دیتے ہیں اور ان کے دل نفوس پاک و طاہر ہو کر فلاح دارین حاصل کر لیتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ فیضان نگاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرشدہ کامل کی توجہ اور تعلق خاطر کی برکت کا، میں انکار نہیں کرتا بلکہ بفضلہ تعالیٰ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔

اہل تصوف بھی آفتاب رسالت کی اسی الہامی کتاب ہدی کے احکام پر عمل پیدا ہو کر اور رسالت کی شمع سے مستفید ہو کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اور اپنے مزیدوں کا تزکیہ قلب کرتے ہیں۔ (22)

قرآن مجید کی اکثر آیات صفائی دل، مصدق مقال اور اکل حلال کی تلقین کرتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ: ”یا ایہا الذین آمنوا الا تاكلوا اموالکم بینکم بالباطل“۔ (23) یعنی اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔ مولانا رومی اسی سلسلے میں گویا ہوئے ہیں کہ:

علم و حکمت زاید از نان حلال عشق و رقت آید از نان حلال

تقویٰ اور پرہیزگاری دین کے بنیاد ہے جبکہ تصوف کا مقصد اور مطلوب تقویٰ ہے۔ اس بارے میں قرآن مجید نے بار بار متقین کی تعریف کی ہے اور متقی بننے کے طور طریقے بھی بتائے ہیں۔ مثال کے طور پر ارشاد خداوندی ہے کہ ”یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون“ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلے امتوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (خیر الزاد التقویٰ) (25) بہترین توجہ آخرت تقویٰ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے: ”ان للمتقین مغازا“ (26) بے شک متقین کے لئے بڑی کامیابی ہے۔ صوفیہ ذکر الہی، بالفاظ دیگر محبوب کے ذکر کو اولیت دیتے ہیں، عشق و محبت کی دنیا میں حبیب محبوب کو کسی وقت بھی فراموش نہیں ہوتا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ ”والذین آمنوا اشد حبا للہ“ (27) اور ایمان والے اللہ کی محبت میں سخت ہوتے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک وہ نیکی قبولیت کے زیور سے آراستہ ہوتی ہے۔ جس میں خلوص ہو، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون“ (28) تم ہرگز نیکی

کو نہ پاسکتے ہو جب تک اس چیز سے خرچ نہ کرو جو تمہیں بہت پسند ہیں۔

شیخ ابوالنصر سراجؒ فرماتے ہیں کہ: قرآن مجید میں ایسے الفاظ اور عبارات کثرت سے آتے ہیں جن سے مراد اہل تصوف ہیں۔ مثلاً صادقین، صادقات، قانتین، قانات، خاشعین، مؤمنین، مخلصین، محسنین، خائفین، عابدین، ذاکرین، صابرین، راسخین، متوکلین، مقتدین، سارعین الی الخیرات اور متقین۔ (29)

تصوف کا دوسرا ماخذ حدیث وسنت خیر الانام ﷺ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”الذکر خیر من صدقة“ ذکر صدقہ سے بہتر ہے۔

دوسری جگہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”خیر الذکر الخفی“ بہترین ذکر، ذکر خفی ہے، چونکہ حضور ﷺ محبوب رب العالمین ہیں، تو آپ کی متابعت کرنے والے، آپ ﷺ کی متابعت کے واسطے سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں، کیونکہ محبت جس میں بھی اپنے محبوب کی شاکل و عادات و اخلاق پاتا ہے اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ اسی ضمن میں حدیث مبارکہ ہے جس کا مضمون واضح طور پر محبت رسول ﷺ کو مدعاے کائنات بتاتا ہے: ”لا یؤمن أحد کم حتی اکون أحب الیہ من والده وولده والناس اجمعین“۔ (30)

تم میں سے کوئی (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے، اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔ الغرض قرآن کریم کی متعدد آیات میں طلب مغفرت، صبر و رضا، مجاہدہ، توکل، عبادت، دنیا کی بے ثباتی، اسرار و معارف، تجسس کائنات اور اس کی ابتداء و انتہاء کا علم، تخلیق اور اس کے مقاصد کی تفہیم اور رجوع الی اللہ کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ قرآن مجید کو عملی طور پر پیش کرنے اور اس تفسیر حقیقت کو سمجھانے کے لئے اسوہ کامل رسول ﷺ پر انحصار کرنا پڑا، اور احادیث وسنت کی اصلیت و حقیقت کو ازبر کرنے کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز علم و عمل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوا۔ یہ تینوں انداز تصوف و تزکیہ کے ماخذ ٹھہرے اور حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص کلام الہی کا حافظ اور احادیث رسولؐ کا عالم نہیں، اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں، اس لئے کہ ہمارے اس سارے علم سلوک کا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں علم حدیث و اصول فقہ وغیرہ جدا جدا امتیز نہ تھے، بلکہ زمانے میں قرآن و حدیث سے استنباط کرنے بہت سے علوم نکالے گئے اور ہر ایک کا جدا گانہ نام تجویز ہوا، اور ان کے اضعین (بنانے والوں) کو سب نے امام شافعیؒ جیسے حضرات کو امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تفسقہ فی الدین (دین کی سمجھ) کو دیکھ کر ”الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفہ“ (لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں) کہنا پڑا۔ امام بخاریؒ حدیث میں ایسے امام گئے کہ آج تک ان کے بحر فی الحدیث (حدیث میں کامل ہونے) کا شہرہ ہے۔ اسی طرح تزکیہ باطن کی تعلیم دینے والے ایسے بزرگان دین گزرے ہیں کہ ان کو سب نے پیشوا مانا ہے۔ جیسے پیران حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور ان سے بیشتر حضرت جنید بغدادیؒ وغیرہ۔ اور جس طرح پچھلوں کو اگلوں کی تقلید

ویسروی سے چارہ نہیں، علم تصوف میں بھی بدون اتباع طریقہ بزرگان چارہ نہیں۔ گوادنی درجہ کا تزکیہ جو موجب نجات ہے بدون اتباع مشائخ طریق بھی میسر ہو سکتا ہے۔ مگر وہ امر کہ مطلوب ہے اور کمال کہلاتا ہے اس کا حصول بدون صحبت کا ملین کے ممکن نہیں۔ (31)

حضرات صوفیائے کرام میں جو بیعت معمول ہے جس کا حاصل التزام احکام (یعنی اعمال ظاہری و باطنی پر استقامت) اور اہتمام کا معاہدہ ہے جس کو صوفیاء کے عرف میں ”بیعت طریقت“ کہتے ہیں۔ بعض اہل ظاہر اس کو اس بناء پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے منقول نہیں، صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا مگر ذیل کے حدیث میں اس بات کا صریح اثبات موجود ہے کہ یہ مخاطبین چونکہ صحابہؓ ہیں اس لئے یہ بیعت اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور مضمون بیعت سے بھی ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں، لہذا حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسعة او ثمانية او سبعة فقال: لا تبائعون رسول اللہ ﷺ فبسطنا ایدینا وقلنا علی ما نبایعک یا رسول اللہ، قال علی ان تعبدوا اللہ ولا تشركوا به شیئاً وتصلوا الصلوة الخمس وتسمعوا و تطيعوا۔ (32)

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے، ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ ﷺ کی بیعت کریں یا رسول ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانو۔

مذکورہ بالا حدیث سے بدالت الفاظ معلوم ہے کہ اہتمام و التزام اعمال کے لئے ہیں۔ لہذا بیعت کی سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ بیعت کی اصل حقیقت خود لفظ بیعت و ارادت اور مرید کی اصطلاح بلکہ لفظی معنی ہی سے واضح ہو جاتی ہے۔ ارادہ محض آرزو اور تمنا کا نام نہیں بلکہ مراد کو پورا کرنے کے لئے ضروری اسباب و وسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزل مقصود کی طرف چل پڑنا ہے، اور مرید بھی اصطلاحاً وہ ہے جو اپنی دینی خصوصاً باطنی و قلبی اصلاح و درستی کو مراد و منزل بنا کر اس کے ضروری وسائل اختیار کرتا اور اس کی طرف چل پڑتا ہے۔ اور بیعت کے معنی ہیں اس منزل مقصود کے لئے کسی زیادہ واقف کار کو رہبر و ہدایت دینا اور اس کے پیچھے یا ساتھ چلنا تاکہ وہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت ہو، بلکہ راستہ سہولت و راحت سے قطع ہو۔ بالفاظ دیگر اپنے سے زیادہ واقف و ماہر مصلح کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سوپ دے جیسے مریض اپنے کو کسی حاذق طبیب کے حوالے کر دیتا اور دوا پر ہیز میں کمال اس کی تجویز و ہدایت پر عمل کرتا ہے۔ (33)

عادۃ اللہ یونہی جاری ہے کہ کوئی کمال بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا، تو جب اس راہ طریقت میں آنے کی توفیق ہو، تو استاد طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہئے جس کے فیض تعلیم و برکت و محبت سے مقصود حقیقی تک پہنچے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ:

بی قلاؤز اندرین، صحرا مشو

یار باید راہ راتنھا مرو

یعنی باطنی راستہ کے لئے کوئی رفیق ساتھ لے لو، تنہا اس راستہ کو طے کرنے کا ارادہ نہ کرو، کیونکہ تم تنہا اس کو قطع نہیں کر سکتے۔ اور حضور ﷺ کا ارادہ ہے کہ: عن ابی ہریرہؓ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ” المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل“۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی دوست کے طریق پر ہوتا ہے، سو ذرا دیکھ لیا کرے کہ کس کے ساتھ دوستی کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ پیر سے اعلیٰ درجہ کی محبت ہوتی ہے اور جب معمولی دوستی دین کے اندر موثر ہے، تو اتنی بڑی دوستی اس تاثر سے کیسے خالی رہے گی۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ پیر کے عقائد، اعمال و اخلاق کا اثر مرید میں سرایت کرتا ہے، اگر زیادہ نہیں تو کم از کم استحسان ہی کے درجہ میں ضرور اثر کرتا ہے یعنی مرید ان امور کو مستحسن سمجھتا ہے، پس اگر پیر کی حالت خراب ہوئی تو مرید کا خراب ہونا ظاہر ہے۔ اس لئے تلاش پیر میں بڑی احتیاط چاہیے۔ چونکہ بغیر علامات کے تلاش ممکن نہیں اس لئے شیخ کامل کی حقیقت اور اس کے شرائط و علامات جاننا بھی لازمی ہے۔ ہذا مولانا رومی فرماتے ہیں کہ:

کار دونان حیلہ وے شرمی است

کار مردان روشنی و گرمی است

روشنی سے مراد نور ایمان و عرفان اور گرمی سے مراد گرمی عشق ہے، اس میں شیخ کامل کی پہچان کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی صفات معرفت اور عشق الہی ہے اور جو کمینے اور جھوٹے ہیں ان کی عادت حیلہ یعنی مکر و فریب اور بے حیائی ہے، لہذا شیخ کامل کے علامات یہ ہیں کہ علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو، خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے، تاکہ فساد عقائد و اعمال سے محفوظ رہے اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے، ورنہ بمصدق۔

ع در خواہیستن گم است کرا رہبری کند

عقائد، اخلاق و اعمال میں شرح کا پابند ہو، تارک دنیا، راغب آخرت ہو، ظاہر و باطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو، کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دنیا ہے۔ بزرگوں کی محبت اٹھائی ہو، ان سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں، تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بری بات سننے یا دیکھیں تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

جو لوگ اس سے بیعت ہیں ان میں اکثر کی حالت باعتبار اتباع شرع و قلت حرص دنیا کے اچھی ہو۔ اس زمانہ کے منصرف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہو۔ بنسبت عوام کے، خواص یعنی فہم رکھنے والے دیدار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔ خود بھی ذاکر و مشاغل ہو، کیونکہ بدوں عمل یا عزم عمل، تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔ مصلح ہو، نرا صالح ہونا کافی نہیں، شیخ ہونے کے لئے دونوں کے جمع کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو۔ (سنن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے تاکہ جو مرض باطنی بیان کر دے، اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے،

جو علاج تجویز کرے اس سے دم بدم نفع ہوتا چلا جائے اور اس کی اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جائے۔

جس شخص میں یہ علامات ہوں، پھر نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت صادر ہوتی ہے یا نہیں، یا یہ شخص صاحب تصرفات ہے یا نہیں، یا اس کو کشف ہوتا ہے یا نہیں، یا یہ جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے یا نہیں، کیونکہ یہ بھی لوازم بزرگی سے نہیں، اصل میں یہ ایک نفسانی تصوف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے، غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی کر سکتا ہے اور اس سے چنداں نفع بھی نہیں کیونکہ اس کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا۔ صرف مرید غبی کے لئے جو ذکر سے اصلاً متاثر نہ ہوتا ہو چند روز تک شیخ کے اس عمل سے اس میں ایک گونہ تاثیر و انفعال قبول آثار ذکر کا پیدا ہو جاتا

ہے یہ نہیں خواہ مخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جائے۔ (34)

یہ امر تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ فیوض باطنی کے لئے پیر و مرید کی باہمی مناسبت فطری شرط ہے کیونکہ نفع عاداتا الفت پر موقوف ہے، اور مناسبت شیخ کے معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو ایسی موانست ہو جائے کہ شیخ کے کسی قول و فعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر پیدا نہ ہو، گو عقلی ہو یعنی شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند کرنا چاہیئے، اس کی سخت ضرورت ہے، جب تک یہ نہ ہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات و مکاشفات سب بے کار ہیں کوئی نفع نہ ہوگا۔ اگر طبعی مناسبت نہ ہو تو عقلی مناسبت پیدا کر لی جائے۔ اسی پر نفع موقوف ہے۔ اس لئے جب تک پوری مناسبت نہ ہو بیعت نہ کرنی چاہئے جب پوری طرح راہ پر پڑ جائے خوب محبت اور مناسبت ہو جائے اس وقت پیر سے بیعت زیادہ نافع ہے۔ اسی طرح بیعت کی اصلی بڑی ضرورت رفاقت یا شیخ کی محبت و تعلق ہے تاکہ راستے کے خطرات یا اس کی ٹھوکروں سے حفاظت ہو۔ محبت شیخ میں طالب (مرید) دیدہ طور پر اپنے اندر اخلاق کو لے لیتا ہے۔ صحبت نیکان کے متعلق شیخ سعدی کا یہ قطعہ بہت عجیب اور مناسب ہے، فرماتے ہیں کہ:

رسید از دست محبوبے بدستم

گلے خوشبوئے ورحمام روزے

کہ از بوئے دلاویز تو مستم

بد و گفتم کہ مشکلی یا عبیری

ولیکن مدتے باگل نشستم

بگفتا من گلے نا چیز بودم

(35) وگرتہ مہمان خاکم کہ ہستم

جمال ہم نشین در من اثر کرد

یعنی ایک دن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی مجھ کو ملی، میں نے اس سے کھانا تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری دلاویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز اور معمولی مٹی تھی مگر ایک مدت پھول کے ساتھ میری صحبت رہی، میرے ہم صحبت کی خوبی نے مجھ میں اثر کیا، ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جیسی کہ پہلے تھی۔

اسی طرح صحبت شیخ میں خاصیت ہے کہ شیخ کے اندر جو چیز ہے اور بعینہ آپ کے اندر بھی آئے گی۔ اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی اور مفتاح طریق ہے۔ اخلاق و عادات میں اس کا اتباع کریگا تو از کار و عبادات میں نشاط اور نہمت کو قوت ہوگی۔ جو حال غریب (یعنی عجیب پیش آئے گا اس باب سے تشفی ہو جائے گی۔ عمل کا شوق بڑھتا ہے۔ اپنی استعداد معلوم

ہو جاتی ہے۔ اہل محبت کی ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد شفا ہو جاتی ہے۔ اہل اللہ کی صحبت کے مؤثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں جب کان پڑیں گی تو کیوں اثر نہ ہوگا۔ ایک بار نہ صحیح، دوسری بار نہ صحیح، تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی۔ اور ایک سبب باطنی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم ان کے پاس رہو گے تو تعلق بڑھاؤ گے تو اس سے دو طرح اصلاح ہوگی ایک تو یہ کہ دعا کریں گے اور ان کی دعا مقبول ہوتی ہے تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرمائیں گے، اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا باذن حق ہوتی ہے تو ان کے منہ سے دعا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کے فضل سے کچھ وقت آگیا ہے۔ دوسری وجہ بڑی خفی ہے وہ یہ کہ تمہارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔ ان حضرات کے دل خدا کے نور سے روشن ہیں، ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے، اور جب نور آتا ہے تو ظلمت بھاگ جاتی ہے، پس اس نور سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے اور شبہ جاتا رہتا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر طبیعت میں سلامتی ہو تو بدوں پاس رہے، صرف ان حضرات کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے اور اگر اس درجہ کی سلامتی نہ ہو تو البتہ پھر چند دنوں کی صحبت کی بھی ضرورت ہے۔ (36)

ماخذ و مصادر

- 18۔ علامہ ابو نعیم بن عبد اللہ اصفہانی، حلیۃ الاولیاء، مترجم مولانا محمد اصغر، دار الاشاعت کراچی، 2006ء حصہ اول ص 35۔
- 19۔ بحوالہ بالاکشف المجوب، ص 80۔ 20۔ الجمعۃ 02:62۔
- 21۔ علامہ سید محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی۔ 22۔ ایضاً، ص۔
- 23۔ النساء 29:4۔ 24۔ البقرۃ 183:2۔
- 25۔ البقرۃ 197:2۔ 26۔ النساء 31:78۔
- 27۔ البقرۃ 165:2۔ 28۔ آل عمران 92:3۔
- 29۔ شیخ ابوالنصر سراج، کتاب اللع مترجم سید اسرار بخاری، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، 1989ء۔
- 30۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی، 1981ء، باب حب الرسول، ص 7۔
- 31۔ مولانا اشرفی علی تھانوی، شریعت و طریقت، ادارہ اسلامیات لاہور، 1981ء، ص 41۔
- 32۔ اخرجہ مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ فی باب البیعة۔
- 33۔ بحوالہ بالا شریعت و طریقت، ص 59۔
- 34۔ بحوالہ بالا شریعت و طریقت، ص 65۔
- 35۔ شیخ سعدی شیرازی، گلستان، نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ص 9۔
- 36۔ بحوالہ بالا شریعت و طریقت، ص 72۔